میر غلام رسول نازکی کی اُردو شاعری ۔ایک مختصر تجزیہ

ڈاکٹر پروین کوثر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈگری کالج بانڈی پورہ
رابطہ 9906447555

[اس مضمون میں مؤلفہ نے کشمیر کے نامور کشمیری اور اردو شاعر میر غلام رسول نازکی کے اردو کلام سے ماخوذ چند اشعار کو حوالہ بنا کر ان کی اردو شاعری کی نمائندہ اسلوبیات کو نشان زد کرنے کی کوشش کی ہے۔ نازکی صاحب اگر چہ ایک مشہور براڈ کاسٹر کے ناطے بھی ریاست کے نشریاتی ادب میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں لیکن ان کی وجہِ شہرت ان کی اردو تخلیقات ہی ہیں۔ مرحوم نازکی پر مزید کام کرنے کی گنجائش ہے۔]

بانڈی پورہ کی شاداب اور زرخیز مٹی نے بلند پایہ شخصیتوں اور خوش فکر شعراء اور اُدباء کو پیدا کیا ہے جن میں حسن شاہ کھویہامی، عبدالاحد نادمؔ، جیبد احمد صابحؔ، شیخ غلام علی بلبل کاشمیری، پروفیسر عبدالرشید نازکی، پروفیسر منظور فاضلی شامل ہیں۔ میر غلام رسول نازکی بھی اِسی سرسبز و شاداب سرزمین کے فرزند ہیں۔ نازکی صاحب کشمیر کے قدآور شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے خیالات، جذبات، تجربات اور احساسات کی ترجمانی کسی ایک مخصوص صنفِ شاعری میں نہیں کی ہے۔ بلکہ رباعی، قطعہ، نعت گوئی، نظم، غزل وغیرہ تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

نازکی صاحب نے ۱۹۲۵ء میں غزل کی صنف سے اپنی اُردو شاعری کا آغاز کیا۔ اُن کی شاعری میں ہمیں زندگانی کا شعور، حقیقتوں کا ادراک، تخلیقی کرب اور تنہائی کا جلتا ہوا احساس اپنی بھر پور کیفیت کے ساتھ ملتا ہے۔ جو بات اُنہیں کشمیر کے منفرد شاعروں کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اُردو شاعری کو روایتی موضوعات کے حصار سے باہر نکال کر قومی، سیاسی، سماجی، معاشی، اقتصادی، تاریخی، مذہبی اور جغرافیائی مسائل کا ترجمان بنا کر ایک ایسا رنگ عطا کیا ہے جس کی شگفتگی نہ صرف جدیدیت کے معیار کو برقرار رکھتی ہے بلکہ اس تجرباتی اور منتشر دور میں جب کہ راستوں کا تعین نہیں ہو پار ہا تھا، ایک روشنی بھی عطا کرتی ہے۔ جہاں تک نازکی صاحب کی فکر و نظر کا تعلق ہے انہوں نے موضوعات کے نئے نئے سانچوں میں اپنی شاعری کو ڈھال کر اس کے حُسن کو نکھارا اور تاریخِ انسانی کے خوابوں کی تعبیریں اپنی شاعری سے وابستہ کر کے کشمیر میں اُردو شاعری کو نئی فکر اور نئے خیالات سے نوازا۔

نازکی صاحب کی شاعری کے پسِ منظر کو جانچنے کے لیے اگر ہم اُن کی زندگی اور اُن کی تصوراتی و تخیلاتی دنیا کا بغور جائزہ لیں تو اُن کی شاعری میں زندگی کی تلخ حقیقتوں کے اظہار کا جواز مل جاتا ہے لیکن محرومی کا یہ احساس اور تنہائی کا یہ کرب صرف نازکی صاحب کی ذات سے وابستہ نہیں بلکہ کشمیر کے ہر دور اور ہر طبقے کے محروم انسان کی نہ صرف آئینہ داری کرتا ہے بلکہ کشمیریوں کی نفسیاتی اور فکری فضا کا احاطہ بھی کرتا ہے۔ وہ کشمیریوں کو حزن پسندی اور انفعالیت کے بجائے فعال، متحرک اور یکجا ہو کر آزاد فضاؤں میں سانس لے کر غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا اشارہ دیتے ہیں۔ کشمیریوں کو جذبۂ حریت و استقامت سے سرشار ہو کر عزت، ثروت

اور ترقی کی راہ پر گامزن دیکھنے کے آرزومند نازکی صاحب حب الوطنی، اخوت، مساوات، ہمدردی اور دستگیری کے انمول جذبے کو مضبوط کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

وہ جس کے دم سے آزادی کی حد محدود ہو جائے
وہ ننگِ آدمیت یک قلم نابود ہو جائے
سبق دے گا زمانہ کو مساوات و اخوت کا
ایاز اس دور کا بالکل اگر محمود ہو جائے

کشمیر حُسن و جمال، رنگینیوں اور رعنائیوں کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ حُسنِ کشمیر، کشمیر کے شعراء کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔

جہاں تک نازکی صاحب کی شاعری کا تعلق ہے اُنھوں نے بہت ہی والہانہ انداز سے یہاں کے قدرتی نظاروں، پہاڑوں، کوہساروں، زعفران زاروں، سبزہ زاروں، آبشاروں، ندی نالوں، خوبصورت جھیلوں، چناروں، دیوداروں، شمشاد و صنوبر، چرند و پرندوں کو بہت ہی فنکارانہ انداز میں الفاظ کا حسین جامہ پہنا کر وطن دوستی، مشاہدِ قدرت، بے لوث محبت اور کشمیریت کے نت نئے گوشے وا کئے ہیں۔ مانسبل جھیل کی رنگینی، شادابی اور حُسن و جمال کو جاذب النظر اور دلکش بناتے ہوئے کہتے ہیں۔

اک سہانی چاندنی رات اور مانسبل کی جھیل
حسن کی چُپ چاپ دنیا خلد کا عکسِ جمیل
دور تا حدِ نظر سرسوں کے کھیتوں کی قطار
آرزو کا سلسلہ لا انتہا، فرصت قلیل

نازکی صاحب کا جمالیاتی شعور، آرزومندی کا احساس اور عشق کی یہ نئی جہت ہر عاشقِ فطرت کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اور اس مست اور پُر جوش سماں کو دیکھنے کے لیے ہر ایک دل بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور نفسیاتی پیچیدگی کے اسرار ملتے ہیں۔ مناظر سماوی مثلاً بہار، خزاں، سرما کے حوالے سے چلہ کلان اور چلہ خورد وغیرہ یہاں کے جغرافیائی خدوخال اور موسم کے تغیر و تبدل کی عکاسی کرتے ہیں۔ خورد اور کلان کے حوالے سے نازکی صاحب نے کشمیریوں کی زندگی کو پیچیدگیوں اور الجھنوں کا معمہ قرار دیا ہے۔ چونکہ چلہ کلان اور چلہ خورد بہت ہی سرد موسم ہوتے ہیں یہ موسم غریب لوگوں کے لیے اقتصادی اور مالی بحران کی مصیبتیں ساتھ لاتے ہے۔ ہر کشمیری پرستی، کاہلی، کمزوری اور ذہنی جمود طاری ہو جاتا ہے۔ اِس مشکل گزارا اور اقتصادی بدحال اور ناسازگار موسم پر طنز کرتے ہوئے نازکی نے کشمیریوں کی بے بسی، تنگدستی اور مجبوری کی تصویر کشی کچھ یوں کی ہے۔

خورد و کلاں کو پیٹ کا دھندا چاروں طرف ہے فکرِ معاش
قوم کا نصب العین ہے روٹی مذہب ہے روٹی کی تلاش
پست ارادے اُن کے دلوں کے سست عزائم سینوں کے
چیلوں سے بھی پستِ نظر ہیں لختِ جگر شاہینوں کے

نازکی صاحب کشمیریوں کو رنگ بدلتی دنیا کے پیچ و خم سے اکتاہٹ اور گھبراہٹ محسوس کرنے کے بجائے ہمت، حوصلہ،

متانت، صبر و تحمل اور جرت سے کام لینے کا درس دیتے ہیں۔ وہ ہر حال اور قیل و قال میں خوش خرم رہنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔

موجودہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کے انقلاب اور ترقی کا دور ہے۔ انسان نے اپنی عقل اور وجدانی قوتوں سے حیرت انگیز ایجادات اور تجربات کر کے کائنات کے ذرّے ذرّے پر اپنا قبضہ جمالیا ہے۔ چاند اور خلا میں اپنی دُنیا آباد کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ انسان نے بحر و بر کی وُسعتوں کو جس فلسفیانہ انداز میں مسخر کیا ہے۔ نازکی انسان کی اس نصرت کو اللہ پاک کی کارسازی پر موجودہ دور کے انسان کی سبقت قرار دیتے ہیں۔

بُجھ بُجھ کے جلا، جل جل کے بُجھا، جی جی کے مرا مر مر کے جیا
خورشیدِ منور پھر بھی مگر اُس بت کے برابر ہو نہ سکا
ہر چند کہ تیری دنیا میں مجبور ہیں ہم مختار ہے تُو
جو ہم نے زمیں پر کر ڈالا وہ تجھ سے فلک پر ہو نہ سکا

نازکی صاحب کو سائنس کی ترقی پر فخر ہے کہ اس نے انسان کی اُلجھی ہوئی گتھیوں کو سُلجھا کر آرام دہ بنا دیا۔ لیکن خود غرض اور مکار انسان سائنس کی وساطت سے بنائے گئے اوزار اور ہتھیار کو ناجائز اور غلط طریقے سے استعمال کر کے انسانیت کو صفِ ہستی سے نیست نابود کرنے کے درپے ہے۔ انسان کی اس تنگ نظری، بے دردی، ظلم و استبداد اور وحشیانہ برتاؤ سے متفکر نازکی مادی ترقی، مشینی اقدار، اقتصادی خوشحالی اور نام نہاد آزادی کو فضول ڈھونگ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ بقول اُن کے سائنس کی ترقی نے انسان کو برقی زنجیروں میں قید کر لیا ہے۔ ذہنی تناؤ، عدمِ تحفظ اور نفسیاتی الجھاؤ زوروں پر ہے۔ آرام اور سکون یکسر غائب ہے۔ مادیت اور مشینی اقدار کا شکار انسان مہر و محبت سے کوسوں دور ہو گیا ہے۔ اخلاقی پامالی شباب پر ہے، روحانی قدریں چوپٹ ہو گئیں ہیں۔ قانون عدل و انصاف سے خالی ہے، سیاست میں، جذبہ خدمتِ خلق کے بجائے اغراض پرستی اور خود غرضی در آئی ہے۔ غرض حق گوئی و صداقت پسندی نایاب، سماجی شعور، تاریخی ادراک اور امن و سلامتی کا فقدان دیکھ کر نازکی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

کون کہتا ہے شبِ غم کی سحر ہونے لگی
امن و آزادی کی صورت جلوہ گر ہونے لگی
جب سے ڈالی، فکرِ انساں نے ستاروں پہ کمند
زندگی دشوار تھی دشوار تر ہونے لگی

نازکی صاحب کی شاعری اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات کی ایک مکمل تاریخ ہے۔ جس میں محکوم و مجبور اور معصوم کشمیریوں پر حالات کے ظلم و ستم بے نقاب نظر آتے ہیں۔ نازکی سماجی اونچ نیچ، رنگ و نسل، ذات پات اور طبقاتی کشمکش کو تہہ و تیغ کرنے میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ وہ شخصی راج کی سازشوں سے کشمیری قوم کو ہوشیار رہنے کی التجا کرتے ہیں۔ وہ اپنے تہذیبی ورثے کی حفاظت کرنے، اپنی مدد آپ کرنے، خوب سے خوب تر کی جستجو کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں۔ اُنہیں فلکِ کشمیر پر صبح صادق کے طلوع ہونے کی اُمید ہے۔ اُنہیں اس بات پر یقینِ محکم ہے کہ آزادی کا سورج غلامی کی تاریکی کو کافور کرے گا۔ بشرطیکہ کشمیری ثابت مزاج، ثابت قدم، یکجا ہو کر خودداری اور عمل پیہم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو کر جدو جہد کریں۔

اُن کی کتاب ''دیدہ تر'' میں شامل نظم ''بانگ درا'' میں آزادیٔ وطن کے روزن کھلے دکھائی دیتے ہیں۔

پو پھٹنے لگی دور ہوئی شب کی سیاہی
دینے لگے مرغانِ سحر حق کی گواہی
کرنے لگے پیرانِ حرم یادِ الٰہی
میدان میں آیا ہے کمر بستہ سپاہی
جاگ اُٹھو کہ ہے منزلِ مقصود بہت دور
لٹکائے چلو خنجر و شمشیر کمر میں
دیتی ہے یہ پیغام تمہیں بادِ بہاری
یہ نکہتِ گل مشرق و مغرب میں ہے جاری
اک لمحہ بھی بیکار نہیں اُس کی سواری

ناز کی صاحب نے اپنی شاعری میں اُن شہدائے کشمیر کے تئیں خون کے آنسو بہا کر اُن کی شہادت کو خراجِ تحسین عطا کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے وطن کی آزادی، شان و شوکت، عزت و عظمت اور قوم کی فلاح و بہبود کے لیے شخصی راج کے خلاف بغاوت کا نعرہ بلند کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔ جگ بیتی اور اجتماعی شعور کو اپنے ذاتی تجربات کے قالب میں ڈھال کر ناز کی صاحب نے عمومیت اور آفاقیت کی زندہ مثالیں پیش کی ہیں۔

آج بھی کلیوں سے کرتی ہیں ہوائیں چھیڑ چھاڑ
آج بھی سیماب کے چشمے اُگلتے ہیں پہاڑ
چاند کرتا ہے فلک پر آج بھی ضوباریاں
آسماں پر حلقہ زن ہیں کہکشاں کی دھاریاں
بے خبر ہے تو مگر گنجِ لحد میں محوِ خواب
دیدۂ عبرت میں رقصاں ہے جہاں کا انقلاب
آج پھر اے دوست تیری قبر پر آیا ہوں میں
موتیوں کا ہار تیری نذر کو لایا ہوں میں

ناز کی صاحب کی شاعری میں حُسن یار کی جو قابلِ رشک، رنگا رنگ اور عمدہ تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں وہ اُن کے مضبوط اور مکمل جمالیاتی شعور کی آسودگی کا ثبوت دیتی ہیں۔ محبوب کے سراپے مثلاً محبوب کی ریشمی زلفوں، شربتی آنکھوں اور گلابی ہونٹوں کے تبسم کی سراپا نگاری اس فنکارانہ انداز میں کرتے ہیں کہ رومانی کیفیت چھا جاتی ہے۔ اُن کی پیکر تراشی شاعری میں حسیّاتی رنگ و روپ پیدا کرتی ہے۔

سر کو جنبش کیا ہوئی چہرے سے زلفیں ہٹ گئیں
شام نے ایک جھر جھری سی لی سویرا ہو گیا

نازکی صاحب نے حُسن یار کی تصویریں پیش کرنے کے دوران اخلاقی تہذیب، شائستگی، متانت اور سنجیدگی کا جوثبوت دیا ہے۔اُس سے اُن کی شاعری میں جذبات کی شدت اور احساسات کی پختگی میں اضافہ ہوا ہے۔

نازکی صاحب کی شاعری کا بیشتر حصہ نعتیہ کلام پر مشتمل ہے۔اُن کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''چراغِ راہ''عظمت کی قندیلیوں کو چھوتا ہے۔اس مجموعے میں نعتیں، منقبت اور مرثیے شامل ہیں۔عشقِ رسولؐ اُن کا محبوب اور محترم موضوع ہے جس کے لیے انہوں نے اپنی ساری زندگی وقف کر دی ہے۔وہ دیدارِ رسولِ ہاشمیؐ کو ہی حاصلِ کائنات وحیات قرار دیتے ہیں۔نازکی صاحب رسولِ پاک کے سہارے سے ہی جہاں فانی میں پیش آنے والے مصائب اور رنج وغم سے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔وہ اپنی تمام آرزوؤں اور خواہشوں کو صرف ایک تمنا پر نچھاور کرتے ہیں۔وہ تمنا ہے رسولِ ہاشمیؐ کے دیدار کی تمنا۔وہ اپنے محبوب کی راہوں میں اپنی پلکیں بچھا کر پُر تپاک انداز میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ محبوب کی ایک جھلک کو اپنے لیے بیناءِ دوعالم قرار دیتے ہیں۔

دین میرا شوقِ پابوسِ رسولِ ہاشمیؐ
عشق میرا رقصِ طاؤس رسولِ ہاشمیؐ
میری عزت خواجۂ یثرب کی عزت پر نثار
میرا مذہب حفظِ ناموسِ رسولِ ہاشمیؐ

نازکی رسولِ پاکؐ کو اپنے وجود کا کعبۂ مقصود تسلیم کرتے ہیں۔اُن کے دل میں عشقِ رسولؐ کا جذبہ، جذبۂ صادق میں تبدیل ہوجاتا ہے۔اُن کی اِس تڑپ، بے قراری اور خواہش سے گمان گزرتا ہے کہ جس انمول خزانے کو پانے کی انہیں جستجو تھی وہ لازوال خزانہ اُن کو حاصل ہوگیا ہے۔

جس پہ پڑتی ہے رسولِ ہاشمیؐ کی اک نظر
خاک سے بنتا ہے سونا اور سونے سے گہر

نازکی صاحب نے اپنی اردو شاعری میں بہت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ فارسی اور عربی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔فصاحت وبلاغت اُن کی شاعری کو مبہم ہونے سے بچاتی ہیں۔شاہین، بلبل، شمع، ہما، جبریل، قندیل، کہکشاں، صنوبر، سروشمشاد جیسی علامتیں تلمیحات، تشبیہات اور اشارے بجائے خود بلندیوں کو چھونے کی آرزومند ہیں۔وزن، آہنگ، سادگی، لچک اور برجستگی اُن کے بیان میں نزاکت اور خوبصورتی پیدا کرتی ہے۔مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نازکی صاحب کی شاعری قدیم اور جدید کے درمیان کی کڑی ہے۔اور نازکی صاحب کشمیر کے اُردو شعراء میں تابندہ ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔